حیاتِ صدیقی کا اخلاقی پہلو

اسلامی اخلاق کا ایک باب

از

(جناب خالد صاحب مبارک پوری)

انسان کے اخلاق اور اس کے عادات و اطوار ہی اس کے ارتقاء اور تنزل کے حقیقی اسباب ہیں۔ اگر اس کے اخلاق اچھے ہیں ـ ہر خاص و عام کے ساتھ اس کا سلوک منصفانہ ہے تو ہر سوسائٹی میں اس کو قدر و منزلت کی نظر سے دیکھا جاتا ہے، ہر جگہ اسکی عزت ہوتی ہے ـ اور ہر طبقہ میں اسے مقام حاصل ہوتا ہے۔ لیکن اگر اس کے اخلاق گرے ہوئے ہیں تو وہ کسی اونچی محفل میں تو کیا چلتے پھرتے بھی اسے نفرت کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے ـ اس کی صحبت سے ہر کس و ناکس بیزاری کا اظہار کرتا ہے۔ غرض کہ اخلاق ہی انسان کی زندگی کا پورا ذمہ دار ہے ـ وہ چاہے تو اُسے لوگ ہاتھوں ہاتھ لے سکتے ہیں ـ اور وہ چاہے تو ذلت کی پستی میں ڈھکیل سکتے ہیں۔

اسلام میں اخلاقِ حسنہ کو بڑا اہم مقام حاصل ہے ـ کہ آں حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنی آمد کے اہم مقاصد میں سے مکارم اخلاق کے اتمام کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ !

بعثت لاتمم مکارم الاخلاق۔

(میں مکارم اخلاق کے اتمام کے لیئے مبعوث کیا گیا)

خود آں حضور صلے اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رض کی پوری زندگی اخلاقِ حسنہ کی ایک حسین مجموعہ تھی ـ ان کی زندگی کے جس گوشے کو لیجئے، اخلاق کے ایسے ایسے اعلےٰ نمونے ملیں گے جو انسانی زندگی میں چار چاند لگانے کی پوری پوری صلاحیت رکھتے ہیں۔ اور جن کے سبب زندگی مثالی زندگی بن سکتی ہے ـ دنیا میں بڑے سے بڑے صاحب اخلاق اور بلند شخصیتوں کے مالک گزر چکے ہیں۔ لیکن ہادیٔ اعظم صلے اللہ علیہ وسلم تو خیر! ان کے ایک جاں نثار بھی جیسا اخلاقی نمونہ پیش کر سکے حالانکہ آن کو دنیا نے اپنی جہالت سے الوہیت تک کا مرتبہ دیا ہے۔

آج کی صحبت میں شمع رسالت کے ایک مثالی پروانے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے اخلاق کی ایک جھلک قارئین کرام کی خدمت میں پیش کرنے کا شرف حاصل کر رہا ہوں ـ جن کی اخلاقی بلندی اور حسن سلوک نے آں حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی زبان سے یہ کلمات آفریں نکلوا لیے ،

من سرہ ان ینظر الی عتیق من النار فلینظر الی ابی بکر۔

"(جو شخص کسی جنتی کو دیکھنا چاہے وہ ابوبکر صدیق رض کو دیکھے)"

ارباب علم و فضل اس پر متفق ہیں کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جاہلی اور اسلامی دونوں دور میں رحم و کرم محبت و شفقت کا ایک حسین مجموعہ بن کر رہے ـ اور سختی کی جگہ ملامت گروں کی ملامت سے بے نیاز ہو کر حق کا ساتھ دیا۔

ایک مرتبہ کا واقعہ ہے کہ حضرت صدیقہ عائشہ رض آں حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے درمیان کچھ شکر رنجی کی صورت پیدا ہوگئی۔

جیسا کہ ازدواجی زندگی میں ہوتا رہتا ہے۔ آں حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ رض کو پورا اختیار دے دیا کہ تم جس کو چاہو حکم اور ثالث مقرر کرسکتی ہو۔ اور مثال کے طور پر.... امین الامت حضرت ابو عبیدہ بن جراح کا تذکرہ بھی فرما دیا کہ وہ تمہارے لیئے موزوں ہیں۔

حضرت عائشہ رض نے کہا کہ وہ نرم دل آدمی ہیں۔ اور وہ اس طرح آپ پر ریجھے ہیں کہ اُن کی خواہشات بھی آپ ہی کے تابع ہو گئی ہیں۔ جس کا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ وہ آپ ہی کے حق میں فیصلہ کریں گے۔

آں حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر تم راضی ہو تو پھر ابوبکر رض کو ثالث بنالو۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے رضامندی کا اظہار کیا۔ جب حضرت ابوبکر رض تشریف لائے تو آپؐ نے حضرت عائشہ رض سے فرمایا۔

قصی علی ابن ابی قحافۃ قصتنا۔ یعنی عدالت صدیقی میں ہمارے معاملات پیش کردو۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ آپ ہی فرمائیے۔

حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے واقعات کی تفصیل بیان فرمائی۔ اور جلدی میں حضرت عائشہ رض کی مراد کے خلاف ایک کلمہ زبان سے نکل آیا جس پر حضرت عائشہ رض نے درمیان میں ٹوک دیا۔ اور کہا کہ ذرا اختصار سے کام لیجئے۔ یہ سننا تھا کہ حضرت ابوبکر رض بیٹی پر برس پڑے۔ اور فرط غضب میں ایک طمانچہ مار بھی دیا۔ اور فرمایا۔

"ام رومان کی بیٹی اور اس کی یہ مجال کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کو اختصار کلام کا حکم دے۔ کیا رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم سے بھی زیادہ کوئی فصیح و بلیغ کلام کرسکتا ہے کہ اس کے مقابلہ میں تو اختصار کا حکم دینے کی جرأت کرے۔"

شدت ضرب سے حضرت عائشہ رض کی ناک سے خون بہنے لگا۔ اور حضور صلے اللہ علیہ وسلم از راہ کرم درمیان میں کھڑے ہو گئے اور فرمانے لگے۔ ہمارا مقصد یہ نہیں تھا۔

حضرت ابوبکر رض اس وقت تک وہیں کھڑے رہے جب تک رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم راضی نہ ہو گئے۔

اس کے بعد حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "دیکھا تو نے میں نے کس طرح تجھے تیرے باپ سے بچایا۔"

اس واقعہ سے حضرت ابوبکر صدیق رض کی شدت کا اندازہ بخوبی ہوجاتا ہے جس پر ہزار شفقتیں نثار ہوسکتی ہیں۔ جن کی پاسداری کے لیئے شدت، شدت نہیں، رحمت و شفقت ہے۔ جیسا کہ آئے دن کے تجربات سے ثابت ہوتا ہے۔ اس شدّت کے باوجود بھی آپ کے اندر نرمی ہی غالب تھی۔ مروت، خوت اور شفقت فطرت میں ازل سے ہی کوٹ کوٹ کر بھر دی گئی تھی۔ چنانچہ جب حضرت ابوبکر رض قریش کے تشدد سے تنگ آکر ہجرت کے لیئے نکلے تو ابن دغنہ نے قریش کو عار دلائی اور کہا۔

ترجمہ "تم ایک ایسے شخص کو نکال رہے ہو جو مسکینوں کو کما کر کھلاتا ہے۔ صلہ رحمی کرتا ہے۔ تکالیف برداشت کرتا ہے۔ مہمانوں کی ضیافت کرتا ہے۔ اور وقت پڑنے پر حق کا مورچہ تھامتا ہے۔"

یہ وہ اوصاف ہیں جن کا اقرار جانی دشمن کر رہے ہیں۔ اس کے باوجود آپ کبر و غرور اور تکبر و گمراہی کا تصور بھی نہیں کرتے تھے۔ ہمیشہ تواضع اور عاجزی و انکساری کا اظہار فرمایا کرتے تھے۔ جب کوئی آپکے منہ پر آپ کی تعریف کرتا تو آپ کہتے۔

اللھم انت اعلم منی بنفسی۔

(اے اللہ تو میرے متعلق مجھ سے زیادہ معلومات رکھتا ہے)

سخاوت صدیقی کا کہنا ہی کیا۔ اللہ و رسول اور مسلمانوں کے لیئے اس قدر قربانی کبھی دوسرے کے نصیب میں نہ آسکی۔ بعض مواقع پر تو آپ نے ساری دولت لٹا دی۔ حضرت عائشہ صدیقہ رض فرماتی ہیں۔

انہ مات وما ترک درھما ولا دینارا

کہ آپ دار فانی سے اس طرح رخصت ہوئے کہ گھر میں نہ ایک درہم تھا اور نہ ایک دینار۔

گویا آپ نے اپنا گھر بار خدا کی راہ میں قربان کردیا۔ آپ نے سات مسلمان غلاموں کو کفار کے ظلم و ستم سے نجات دلائی۔ اور ان کو خرید کر آزاد کردیا۔ جن میں حضرت بلال حبشی رض۔ عامر بن فہیرہ رض مومل کی جاریہ وغیرہ قابل ذکر ہیں۔

علم تفقہ فی الدین، فصاحت و بلاغت میں تمام صحابہ کرام رضؓ میں مشہور تھے۔ اگر ایک طرف اسلام اور مسلمانوں کے معاملات میں سخت تھے تو دوسری طرف تواضع اور انکساری کے اعلیٰ نمونے بھی تھے۔ یہاں تک کہ اگر ناقہ کی نکیل کی رسی بھی ہاتھ سے چھوٹ جاتی تو اس کے لئے کسی کو حکم نہیں دیتے۔ بلکہ خود ہی اتر کر اسے پکڑتے اور پھر سوار ہو جاتے تھے۔

ابن ابی قحافہ کی بہادری اور شجاعت کا کیا کہنا؟ بڑے بڑے خطرات کا نہایت خندہ پیشانی کے ساتھ مقابلہ کرتے تھے۔ اسلام کی دعوت پر آپ ہی نے سب سے پہلے آگے بڑھ کر لبیک کہا۔ اور اپنے اسلام کو ہمیشہ لوگوں کے سامنے رکھا۔ اور یہی نہیں بلکہ کفر کے نرغہ میں گھرے ہونے کے باوجود آپ نے اپنے اہل و عیال اور رشتہ داروں کو اسلام کی دعوت بھی دی جس کے نتیجہ میں بہت سے حضرات مشرف با سلام ہوئے۔

حضرت ابوبکر ہی وہ پہلے انسان ہیں جنہوں نے حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی جانب سے کفار مکہ سے مدافعت کی۔ اور ان کے بھرے مجمع میں جا کر کہا کہ!۔

"کیا تم محض اس لیئے آں حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے پیچھے پڑ گئے ہو کہ وہ اللہ تعالےٰ کو اپنا پروردگار مانتے ہیں۔"

تاریخ شاہد ہے کہ ہجرت کے رفیق سفر اور غار حرا کے دو بینا و گزینوں میں سے ایک آپ بھی ہیں۔ تمام غزوات میں آپ نے شرکت کی۔ اور آں حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے شانہ بشانہ رہ کر آپ نے قتال کیا۔ اور ثابت قدمی کا مثالی مظاہرہ کیا۔

غزوہ احد میں جب مسلمانوں میں انتشار پیدا ہو گیا۔ تو شمع نبوت کی حفاظت کے لیئے آپ سب سے پہلے آگے بڑھے۔ اور سایہ کی طرح آپ کی حفاظت کی۔

اگر آپ وفات نبوی کے بعد بنو ثقیفہ میں جا کر مسلمانوں کو اپنے زریں پند و نصائح سے نہ نوازتے تو مسلمانوں کا شیرازہ منتشر ہو گیا ہوتا۔ آپ کی عبادت گزاری اور حسن کارستانی نے آپ کو زندۂ جاوید بنا دیا۔ اگر آں حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے آپ کو جنت کی خوش خبری دی تو یہ کوئی تعجب کی بات نہیں ہے۔

آں حضور صلے اللہ علیہ وسلم اکثر و بیشتر صحابہ کرام رضؓ کو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی تعلیم دیا کرتے تھے۔ حسب عادت ایک دن آپ نے لوگوں سے سوال کیا۔

آں حضورؐ ۔ تم میں سے کون کون روزہ دار ہے۔

حضرت عمر رضؓ ۔ میں نے رات کو سوچا تھا۔ لیکن روزہ نہ رکھ سکا۔

حضرت ابوبکر رضؓ نے آگے بڑھ کر جواب دیا کہ رات خیال ہوا کہ کل کو روزہ رکھوں۔ چنانچہ اس وقت بھی روزے سے ہوں۔"

اس کے بعد حضور صؐ نے سوال کیا کہ!۔

حضور صؐ ۔ آج کس کس نے مریض کی عیادت کی ہے۔؟

حضرت عمر رضؓ ۔ یا رسول اللہ ہم نے ابھی نماز پڑھی ہے۔ ہم کو عیادت کی فرصت ہی کہاں ملی، جو ہم کسی کی عیادت کرتے۔

پھر حضرت ابوبکر صدیق رضؓ آگے بڑھے اور کہا کہ!۔

"حضور میں نے مریض کی عیادت کی ہے، مجھے پتہ چلا کہ میرے بھائی عبدالرحمٰن بن عوف درد کے بیمار ہیں، تو میں نے مسجد آنے کے لیئے ان ہی کا راستہ پکڑا اور وہاں سے ہو کر مسجد میں آ کر نماز پڑھی۔"

اس کے بعد حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک اور سوال کیا۔

آں حضورؐ ۔ تم میں سے کس نے آج صدقہ کیا ہے؟

حضرت عمر رضؓ ۔ یا رسول اللہ جب سے ہم نے نماز پڑھی ہے۔ آپ ہی کے ساتھ ساتھ ہیں۔ پھر صدقہ کب اور کیسے کرتے۔

اب کے بھی حضرت ابوبکر پیچھے نہیں رہے۔ آپ نے فرمایا کہ!۔

"میں نے آج صدقہ کیا ہے۔ ہوا یوں کہ جب میں مسجد میں داخل ہوا تو دیکھا کہ ایک سائل سوال کر رہا ہے۔ — اور عبدالرحمٰن بن ابی بکر کے لڑکے کے ہاتھ میں روٹی کا ایک ٹکڑا تھا جس کو لے کر میں نے سائل کو دے دیا۔"

یہ سن کر حضورؐ نے فرمایا کہ۔

ترجمہ۔ اے ابوبکر! تم کو جنت کی خوشخبری ہو، تم کو جنت کی خوش خبری ہو،

اسی وجہ سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ باوجود اپنی پوری جد و جہد اور کوشش کے کبھی آپ سے سبقت نہ لے جا سکے۔ اور ان کو بھی آپ کی سابقیت کا اعتراف کرنا پڑا۔ چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہ فرمایا کرتے تھے۔

ترجمہ۔ ''سکار خیر میں حضرت ابوبکر صدیق رضؓ سے کبھی بھی سبقت نہ لے جا سکا۔''

آپ زبان کے فتنہ سے خوب واقف تھے۔ اس لئے کلام کو حشو و زوائد سے پاک کر کے نہایت سادہ طریقہ سے اپنے مطلب و مدعا کو ادا کیا کرتے تھے۔ اور اپنے عاملوں کو بھی اسکی تاکید کیا کرتے تھے۔ کہ اختصار سے کام لو اور لفظی بندش میں پڑ کر اپنے مقصد سے آگے نہ بڑھ جاؤ۔ کوئی ایسی بات اپنی زبان سے نہ نکالتے تھے جس سے کسی کو تکلیف پہنچنے کا شائبہ ہو اور اگر کبھی ایسا اتفاق ہوا تو آپ نے فوراً اس کی تلافی کی۔ اور معافی مانگ کر صفائی کر لی۔

ایک واقعہ۔

ایک مرتبہ کا واقعہ ہے کہ ربیعہ اسلمی اور آپ کے درمیان کچھ بات بڑھی اور آپ کی زبان سے کوئی ایسی بات نکل گئی جس سے ربیعہ کو تکلیف ہوئی۔ اور انہوں نے اظہار ناپسندیدگی کیا۔ آپ بہت نادم ہوئے اور کہا کہ!۔

''اے ربیعہ! تم بھی مجھے کوئی اس قسم کی بات کہو۔ تاکہ برابری ہو جائے۔''

ربیعہ نے جواب دیا کہ مجھ سے یہ نہیں ہو سکتا۔ آپ نے کہا تو پھر میں عدالت نبوی میں استغاثہ دائر کر دوں گا۔ اور اس کے بعد آپ وہاں سے اٹھ کر چلے گئے۔ اور ربیعہ کے قبیلہ کے کچھ اور آدمی آ گئے۔ انہوں نے ربیعہ سے دریافت کیا کہ!۔

''حضرت ابوبکر رضؓ کس معاملہ میں تم پر استغاثہ داخل کرنے کو کہہ رہے تھے۔''

ربیعہ نے جواب دیا کہ تم تو جانتے ہی ہو، یہ حضرت ابوبکرؓ ہیں۔ حضور کے خاص ہمراہی ہیں۔ مسلمانوں کے سچے ہمدرد ہیں۔ ان کی تعریف و توصیف میرے بس سے باہر ہے۔ آپ لوگ اس وقت مجھ سے بات چیت نہ کیجئے۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ یہ سمجھیں کہ تم لوگ مجھے شہ دے رہے ہو۔ اور یہ دیکھ کر وہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوں اور حضور اُن کے ناراض ہونے سے خود ناراض ہو جائیں۔ اگر ایسا ہوا تو اللہ تعالیٰ بھی ناراض ہو جائیگا اور میرا بیڑہ غرق ہو جائے گا۔

اس کے بعد ربیعہ حضرت ابوبکر رضؓ کے پیچھے پیچھے خدمت اقدس حضور صلے اللہ علیہ وسلم میں جا کر حاضر ہوئے۔ حضرت ابوبکر نے پورا واقعہ بیان کیا۔ آں حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے ربیعہ سے فرمایا کہ!۔

''تم دونوں میں کیا ہوا ہے۔''؟

ربیعہ نے کہا حضور ایسا ایسا ہوا۔ اور حضرت ابوبکر نے ایک ایسی بات کہدی جس کو میں نے ناپسند کیا۔ تو انہوں نے کہا کہ تم بھی ایسی ہی کوئی بات کہدو تاکہ بدلہ ہو جائے۔ میں نے انکار کر دیا۔ حضورؐ نے فرمایا کہ!۔

''تم نے ٹھیک کیا۔ اگر تمہیں کوئی تکلیف پہونچی ہے تو کہو،

غفر اللہ لک یا ابا بکر

ان ہی صفات حمیدیہ کی وجہ سے حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے آپ کو اپنا راز دار بنایا تھا۔ اور اکثر آپ سے مشورہ لیا کرتے تھے اور خلافت جیسے عظیم منصب کا وقتاً فوقتاً اشارۃً کنایتہً اہل گردانا کرتے تھے۔ حقیقت یہ ہے کہ آپ کے اخلاق کریمانہ بیان سے باہر ہیں۔ لہٰذا آں حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد آپ کا خلیفہ ہونا کوئی تعجب نہیں۔